البقرة: 35 [تالیف: بنت عبد الشکور]

وَقُلْنَا يَآ اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

(اور ہم نے کہا: اے آدم! تُو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور اُس میں جہاں سے چاہو [خوب] سیر ہو کر کھاؤ [پیو]، مگر اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں شامل ہو جاؤ گے۔)

آیات 36 - 35 میں مادی ضرورت [Material need] جیسے رہائش گاہ اور رزق کی بات کی گئی۔ پھر آیات 38 - 37 میں روحانی ضرورت [Spiritual need] کی بات کی گئی۔

وَقُلْنَا يَآ اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (اور ہم نے کہا: اے آدم! تُو اور تیری بیوی جنت میں رہو)

اِس آیت میں آدمؑ کو دی گئی پانچویں (5th) نعمت یعنی جنت کا ذکر ہے۔
یہاں خطاب آدمؑ سے کیا گیا کہ اُسْكُنْ (رہو) کیونکہ:
1) گھر بسانے کی ذمہ داری مرد کی ہوتی ہے۔
2) عورت، مرد کے تابع ہوتی ہے۔
باقی حلال و حرام احکام میں دونوں (آدمؑ اور حواؑ) سے خطاب کر کے کہا گیا کیونکہ اِسلام کے احکامات دونوں کے لیے ہیں۔

حواؑ کو آدمؑ کی پسلی سے پیدا کیا گیا:
بخاری: - رسولﷺ نے فرمایا، عورتوں کے بارے میں میری وصیت کا ہمیشہ خیال رکھنا، کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی۔ پسلی میں بھی سب سے زیادہ ٹیڑھا اوپر کا حصہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اُسے بالکل سیدھی کرنے کی کوشش کرے تو انجام کار توڑ کے رہے گا اور اگر اُسے وہ یونہی چھوڑ دے گا تو پھر ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہ جائے گی۔ پس عورتوں کے بارے میں میری نصیحت مانو، عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔

زَوْجُكَ (تیری بیوی) ← حواؑ آدمؑ کی بیوی تھی (girl friend نہیں تھی)۔ ہم انسانوں کی ابتدا بھی جائز طریقے سے ہوئی۔

یہ بات بھی نوٹ کرے کہ یہاں فِي الجنة (جنت میں) نہیں کہا گیا۔ یعنی فِي (میں) کا لفظ نہیں ہے۔ اِس کا مطلب ہو گا کہ پوری جنت میں رہو۔ اِسے اس مثال سے سمجھے کہ جیسے ہم کہتے ہیں کہ میرا گھر انڈیا میں ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ میرا گھر انڈیا ہے۔ لیکن اِس آیت میں اسطرح ہے جیسے ہم کہے کہ میرا گھر انڈیا ہے یعنی پورا انڈیا میرا ہے۔

وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا (اور اِس [جنت] میں سے تم دونوں جہاں سے چاہو [یا جس وقت چاہو] سیر ہو کر کھاؤ)

حَيْثُ ظرف زمان و ظرف مکان (Adverb of time & adverb of place) ہے۔ اِس لئے اِس کا مطلب یہ ہو گا کہ جہاں سے یا جس وقت بھی تم دونوں چاہو اِس جنت میں کھاؤ۔ اِس دنیا میں تو یہ ممکن نہیں کہ ہم جہاں سے اور جس وقت چاہے کھائے لیکن جنت میں اِسکی کوئی پابندی نہیں ہو گی۔ سبھی ہماری ہی جائیداد (Property) ہیں۔ کھانے میں Dieting (پرہیز) کی ضرورت نہیں یا اجزاء (Ingredients) دیکھنے کی ضرورت نہیں کہ حلال ہے یا نہیں۔ یا Cholesterol کتنا ہے وہ بھی دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ کتنا بھی کھانے کے بعد بیمار نہیں ہوگے۔

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ (اور تم دونوں اِس درخت کے قریب بھی نہ جانا)

هٰذِهِ (اِس [This]) کہا۔ تِلْكَ (اُس [That]) نہیں کہا۔ یعنی حلال و حرام میں کوئی بھی الجھن (Confusion) نہیں ہے۔

یہ درخت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آدمؑ اور حواؑ کے لیے ایک آزمائش اور امتحان تھا۔ ہمارے زندگی میں بھی اللہ نے کچھ ممنوع درخت (شجرۃ ممنوعہ) رکھ دیئے ہیں۔ اُن میں ہماری آزمائشیں ہیں۔

اِس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ کون سا درخت تھا؟ بعض نے کہا کہ انگور کا درخت تھا، بعض نے گندم، بعض نے کھجور اور بعض نے انجیر کہا ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ اور حواؑ کو ایک خاص درخت کے قریب بھی جانے سے منع کیا تھا جبکہ جنت کے باقی تمام درختوں کے قریب جانے یا اُس سے پھل کھانے کی اجازت دی تھی۔
وہ درخت کون سا تھا اِس کے بارے میں قرآن اور صحیح حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ یاد رکھے! کہ اگر ہمیں اس درخت کے بارے میں علم ہو جائے تو اُس کا کوئی فائدہ نہیں اور اگر اس کا علم نہ ہو سکے تو اُس کا کوئی نقصان نہیں۔ اِس لئے اِس بارے میں بحث نہ کرے۔

فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔)

ظلم کا لغوی معنی ← کسی چیز کو ناجائز طریقے سے اُسکے اصل مقام سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا۔ یہ لفظ بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی ہر ناانصافی کی بات خواہ وہ حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہو یا حقوق العباد سے، ظلم ہے۔ ہر گناہ پر ظلم کا لفظ اور گنہگار پر ظالم کے لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اِس آیت میں ظلم سے مراد اللہ کی نافرمانی بھی ہے اور اپنے نفس پر زیادتی بھی جس کی وجہ سے جنت سے نکلنا پڑا۔
یعنی اگر حرام کے قریب جاؤ گے تو اپنے آپ کو صحیح جگہ نہیں رکھو گے۔

Compiled by: Bint A. Shakoor
(As-Saajidoon)